نازیہ زریں☆ڈاکٹر فرزانہ ریاض☆☆

سید حامد محمد شمس الدین گیلانی کے دیوان میں اسلامی شعری اصناف کا تحقیقی جائزہ

Syed Hamid Muhammad Shamsuddin Gilani's Dewan: An Analysis of Islamic Poetry Genres

Abstract:

Uch sharif is known as Madinah Al. Awalia, many geniuses were born in this holy region and the academic and literary status of this place was recognized in the world of literature. Where the famous poets expressed their poetry among them, the name of Makhdoom Hamid Muhammad Shams.u.din Gillani (1834)also comes up.Shamas.u.din Gillani is a contemporary poet of Ghalib and Nasikh. Traditional styles of this period are found in his poetry. Apart from this, he has expressed his views on various topics in lyrics.He has adopted a very simple style in his lyricses.There is simple and small words in his poetry.which has created beauty in the lyrics.Poetry is the name of acting simple words and he has used simple words that can be read by ordinary readers can be easily understood by the person. He was the first sahib-e-dewan poet of Bahawalpur. In short, he is a lyrics poet and has an deep understanding of the technical essential of lyrics.The word of Makhdoom Shamas-u-din Gillani were not well known in the world of poetry and ghazal ,so they could not become a part of literary history.Thus,the poet living in the suburbs remained out of sight for a while.

Key words: Geneous, Literature, Contemporary, Traditional, Poetry.

☆استاد محکمہ تعلیم پنجاب ☆☆اسسٹنٹ پروفیسر، جی سی یونیورسٹی لاہور

سید حامد محمد شمس الدین گیلانی، نابغہ روز گار، ہم عصر، روایت، شاعری:

اوچ شریف کو مدینہ الاولیاء کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اس خطہ پاک میں کئی نابغہ روز گار ہستیوں نے جنم لیا اور یہاں کی علمی و ادبی حیثیت کو دنیائے ادب میں منوایا شعر وادب کی دنیا میں بھی یہ خطہ اپنی انفرادیت رکھتا ہے۔ جہاں نامور شعراء نے اپنی شاعری کا لوہا منوایا۔ انہی میں سے ایک مخدوم حامد محمد شمس الدین گیلانی کا نام نامی بھی آتا ہے۔ آپ 1834ء میں اوچ شریف میں پیدا ہوئے۔ جس کی تائید آپ کے استاد مولانا ادریس بن حافظ محمد مسعود جو اس زمانے کے جید استاد مانے جاتے تھے اور "مدرسہ فیروزیہ" میں بھی پڑھاتے تھے نے کی۔(1) آپ نے اس زمانے میں اردو، فارسی اور سرائیکی زبان میں شاعری کی جب غالب، ذوق اور ناسخ کی شاعری کا دور دورہ تھا۔ اس زمانے میں زبان وبیان کی خوبیاں دہلی اور لکھنو تک محدود تھیں۔ لاہور تک کو اردو ادب کے علاقائی مرکز کی حیثیت حاصل نہ تھی اس زمانے میں بہاول پور جیسے دور افتادہ خطہ میں کسی کا اردو زبان میں شعر کہنا تعجب انگیز ہے۔ لیکن عجب بات یہ ہے کہ بہاول پور کے متعدد شعراء میں اس کا ذکر نہیں ملتا اور آپ کو اس سے پہلے کسی نے حقیقی مقام نہیں بخشا۔ شاید اس کی وجہ یہ رہی تھی کہ یہ نادر مخطوطہ ناقدری عالم کی نذر ہو کر سجادہ نشینان اوچ کے نہاں خانوں میں روپوش ہو گیا۔ جہاں اسے مقدس تبرکات کے ساتھ پوجا تو گیا مگر پڑھا نہیں گیا اور اگر پڑھا گیا تو اس کی ادبی حیثیت کو سمجھا نہیں گیا اس سے بے خبر کہ آج سے تقریباً دوسو سال پہلے اس سرزمین میں اردو ادب کا ایک صاحب دیوان شاعر موجود تھا۔(2)

آپ کا کلام پہلی بار اس وقت منظر عام پر آیا جب 1966ء میں بریگیڈیئر سید نذیر علی شاہ کی کتاب "ارمغان اوچ" شائع ہوئی اور آپ کا نام اردو غزل گو شاعر کی حیثیت سے سامنے آیا ان کا دیوان اردو، فارسی اور سرائیکی کلام پر مشتمل ہے۔ یہ دیوان 1964ء میں مکمل ہوا۔(3) آپ خانقاہ گیلانیہ کے اٹھارویں سجادہ نشین تھے۔(4) بعض کتب میں انہیں پانچواں سجادہ نشین لکھا گیا ہے۔ حالانکہ آپ سادس سجادہ نشین تھے۔ مثلاً انہیں "بہاول پور میں اردو" میں اوچ کے خانوادہ گیلانیہ کا پانچواں سجادہ نشین لکھا گیا ہے۔(5) اور "ارمغان اوچ" میں جابجا آپ کے نام کے ساتھ خامس تحریر ہے۔(6) جبکہ سادس ہونا چاہیے تھا۔ کیونکہ آپ کی بیاض میں اور ان کی کتاب "چمن مسرت افزاء انجمن" میں بھی ان کے والد کے نام کے ساتھ خامس درج ہے اور شجرہ گیلانیہ میں بھی آپ کے نام کے ساتھ سادس ہی آیا ہے۔ لہذا اس غلطی کی تصیح ضروری ہے جو "ارمغان اوچ" اور "بہاول پور میں اردو" میں کی گئی ہے کہ آپ خامس تھے۔

بہاول پور میں اردو غزل بہت دیر سے آئی ہے لیکن شروع کے شاعروں میں اعظم بہاول پوری اور مخدوم شمس الدین گیلانی اہمیت کے حامل ہیں۔(7) شمس الدین گیلانی غالب اور ناسخ کے ہم عصر شاعر ہیں۔ ان کی غزل میں اس عہد کے روایتی اسلوب ملتے ہیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے غزل میں مختلف موضوعات پر اظہار خیال کیا ہے۔ آپ کی شاعری میں جو سب سے موضوع ملتا ہے وہ تصوف ہے۔ تصوف کے مقامات میں توحید کا مقام نہایت ہی بلند ہے۔ آپ کی شاعری میں ایک حمد دستیاب ہوئی ہے۔ جس میں انہوں نے اللہ تعالی کی بزرگی اور یکتائی کا ذکر کرتے ہوئے ان سے اپنا تعلق جوڑنے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے حمدیہ اشعار میں اللہ تعالی کی صفات اور اس کی وحدانیت کو موضوع بنایا ہے ان کی حمد کا ایک شعر ملاحظہ کیجئے:

جلوہ نور الہی ہے ہر ایک رو میں
نگہ غور سے دیکھو کرو وا چشم ذرا

حمد یہ اشعار کے ساتھ انہوں نے حضور ﷺ کے ساتھ اپنی ذاتی وابستگی کا بھی کئی جگہ اظہار کیا ہے۔ یہ اشعار دیکھیئے:

ہر گھڑی ہوں میں بدردی مبتلا
توں کرے گا درد میرے کی دوا
اس لیے کرتا ہوں ہر دم ہی صدا
یا رسول اللہ انظر حالنا
یا حبیب اللہ اسمع حالنا

حامد محمد شمس الدین گیلانی کا تعلق ایک سید گھرانے سے تھا اوراولیاء اللہ سے دلی وابستگی کی بڑی وجہ آپ کا سید ہونا ہے۔ ایک تو خاندانی اثر دوسرا آپ کی تربیت اسلامی ماحول میں ہوئی جہاں آپ کے آباؤ اجداد گدی نشین چلے آرہے تھے تو اولیاء کرام سے عقیدت فطری عمل تھااور آپ کے ہاں کچھ اور نکھر کر سامنے آیا ہے۔ آپ کو اولیاء سے دلی وابستگی بہت زیادہ تھی۔ آپ کی زندگی کا زیادہ حصہ بھی وظائف و اوراد میں بسر ہوا لہذا آپ کی شاعری میں اسلامی خیالات وجذبات کا زیادہ اظہار اسی وجہ سے ملتا ہے۔ جس طرح ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ اسی طرح آپ کی تمام شاعری میں تصوف اور اسلامی شعائر جابجا ملتے ہیں۔ آپ چونکہ مسند آرائے عرفان و تصوف کے راہ نما تھے۔ آپ کی شاعری میں تغزل کے ساتھ ساتھ تصوف کے مضامین ملاحظہ ہوں:

اگے گا چار طرف میرے لالہ و نرگس
بعد مرگ بھی ہو گا میرے مزار سے فیض
یہ تیرے عشق کی تاثیر ہے اللہ اللہ
رات بھر نالہ شب گیر ہے اللہ اللہ
اے جناب کبریا میری یہی ہے التجا
پنجتن کے واسطے میری بر آوے مدعا
یا رب طفیل احمد مشکل کو حل کرو
وز حرمت محمد مشکل کو حل کرو
کوئی نہیں ہے جہاں میں میرا یار یا علی
درد و الم میں ہو ں گرفتار یا علی
بہر حسنؑ و حسینؑ کے ہو مجھ پہ اب کرم
اور واسطے بتول کے رکھ لے میری شرم

غزل بنیادی طور پر نرم ونازک احساسات کا دوسرا نام ہے۔ اس میں دھڑکنوں ک اظہار ملتا ہے اور ہجر ووصال کے قصے بھی۔ اس میں درد کی ہلکی کسک بھی ملتی ہے اور یادوں کا ہلکا عکس بھی۔ جس زمانے میں آپ شاعری کر رہے تھے اس زمانے میں اردو کے دامن پر فارسی اور عربی کے علاوہ مقامی زبانوں کا غلبہ بھی نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے شعروں میں سرائیکی زبان کے بہت سارے الفاظ بھی محسوس کیئے جاسکتے ہیں یا پھر تلفظ میں احتیاط نہیں برتی گئی لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کی شاعری دوسری زبانوں سے گڈ مڈ ہو کر رہ گئی ہے۔ وہ کہیں کہیں صاف

اور شستہ اردو میں غزل کے موضوعات کو بیان کرتے نظر آتے ہیں۔ غزل میں بھی آپ نے صوفیانہ موضوعات کو زیادہ پیش کیا ہے۔ غزل کے چند اشعار ملاحظہ کیجئے:

ہوا نہ ان پہ اثر میں پڑھیں ہزار اخلاص
خدا ہی ہے جو کرے مجھ سے وہ نگار اخلاص
ملے جو یوسف ثانی شب فراق میں آج
بام وصل گویا مجھ کو ہو گئی معراج
آج دل سینہ میں لرزاں ہے خدا خیر کرے
خونفشاں دیدہ حیراں ہے خدا خیر کرے
یہی حضرت عشق نے مجھ سے وفا کی
جو اس کی چاند سی صورت جدا کی

غزل کے موضوعات عام طور پر انسانی جذبات سے ممیز نظر آتے ہیں۔ جس میں زلف یار، دل گم گشتہ، شب ہجراں، جور وستم، رقیب روسیا، ہجر ووصال، نالہ و آہ فغاں، آبروئے قاتل، برق سوزاں، ابر باراں، مصحف رخ، سر د مہری، کنج قفس، فصل گل اور اس جیسے لفظوں کی بازی گری موجود ہے۔ جس میں انہوں نے کہیں بے رخی کہیں دل دکھنے اور دکھانے کا لب ولہجہ ندرت کے ساتھ پیش کیا ہے۔ ان کا اسلوب روایتی کلاسیکیت کے قریب تر ہے۔ لیکن کہیں کہیں جدید رنگ کا بھی احساس ان کے ہاں موجود ہے۔

ہے وصال آرزو، ہے وصل میں ہی مجھ کو یقین
انتہا ہجر کی کیا ہو کہ ابھی تو ہے آغاز

غزلوں میں آپ کی فکر انتہائی منفرد انداز میں سامنے آئی ہے۔ آپ نے مذہبی انداز فکر اپنایا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو مذہب سے کس قدر لگاؤ تھا۔ آپ نے اپنی شاعری کو ہر حوالے سے بھرپور رکھا اور شاعری کے سارے لوازمات جہاں استعمال کیئے وہاں آپ نے اپنی شاعری میں مختلف اصناف پر بھی قلم اٹھایا۔ آپ نے منقبت، قصائد اور رباعیاں بھی لکھیں منقبت کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

قسمت نے ہے اول سے آدم کو بہلایا
ترغیب سے شیطان کے گندم کو کھلایا
قسمت نے ہے ہفتاد برس ان کو رولایا
قسمت نے ہے پھر دونوں کو آپس میں ملایا
قسمت کے سوا کچھ بھی اے جان نہیں ہوتا

آپ نے اپنی شاعری میں بہترین رباعیاں بھی لکھیں۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

جو دیکھا نبض کو حکماء کہا یہ مرض طاری ہے
غم فرقت کے نشتر سے جگر کا خون جاری ہے
فقط اس کے تصور میں چڑھا اور ڈوب گیا دن

بکا کرنے کو میرے ہمدمو اب رات ساری ہے

آپ اس دور کے شاعر ہیں جب غزل کے معنی "بازی کردن از جوئی و حدیث محبت عشق زنان" کے ہوتے تھے اور بقول فراق آپ بیتی کے بجائے شاعری جگ بیتی بن کر رہ گئی(8) آپ کی شاعری کا دور لکھنو اور دہلی کے شاعرانہ کمال وزوال کا دور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے ہاں دونوں رنگوں کی جھلکیاں دکھائی دیتی ہیں۔ لیکن لکھنوئی رنگ زیادہ چھایا ہوا ہے۔ جس نے انہیں جذبات کے بجائے معاملات اور داخلیت کے بجائے خارجیت کا مظہر بنا دیا ہے۔ اس دور میں طرز لکھنو سنگلاخ زمینوں، مشکل ردیفوں، صنائع بدائع اور لفظی و ظاہری فن کی باریکیوں سے عبارت تھا۔ جب کہ طرز دہلی غم پرستی، گداز، فکری بلندی، لہجے کی ملائمت، جذبے کی شدت اور زندگی کی حرارت کی علامت تھا۔ اس دور کی ایک مقبول صنعت ایہام گوئی جو رعایت لفظی کی ہی ایک مشکل شکل تھی۔ آپ کے شعروں میں جگہ جگہ بہت نمایاں نظر آتی ہے۔

کس طرح دام محبت سے چھٹے گا یہ دل
زلف پیچاں ہی گلو گیر ہے اللہ اللہ
مریض ہجر ہوں تشخیص نبض کیا ہے طبیب
پلا دے وصل کی دارو یہی ہے میرا علاج
تیری فرقت میں اے گل خنداں
بن گیا جسم خار کی صورت

آپ نے اپنی غزلوں میں انتہائی سادہ انداز اختیار کیا ہے۔ چھوٹے چھوٹے سادہ سے الفاظ میں شاعری کی ہے۔ جس سے غزلوں میں حسن پیدا ہو گیا ہے۔ شاعری سادہ الفاظ کی بازیگری کا نام ہے اور آپ نے ایسے سادہ الفاظ استعمال کیئیے ہیں جو عام پڑھے لکھے شخص کی سمجھ میں آسانی سے آسکتے ہیں۔

سیدا کھیل نہیں سہل لگانا دل کا
طول رکھتا ہے بہت فسانہ دل کا
مجھ کو دکھلاؤ یار کی صورت
دل ہے مضطر فرار کی صورت

1864ء میں یہ اپنا دیوان مکمل کر چکے تھے اور اس کے بعد کافی عرصہ حیات رہے اور شعر گوئی کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ چنانچہ 4 ستمبر 1884ء کے "صادق الاخبار" میں ان کی ایک غزل چھپی(9) جس کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔ زمین کی سنگلاخی پیش نظر رہے:

منتظر ہوں کب کرے یہ چراغ دواری سے بس
اس عمارت خانہ دنیا کی معماری سے بس
کیوں نہیں کرتا تو اے دل نالہ و زاری سے بس
یار کرنے کا نہیں ہر گز ستمگاری سے بس
یار کو منت کرو میری طرف سے اے دوستو
اب کرے بے چارہ سید کی دل آزاری سے بس

تیسرے شعر میں "یار کومنت کرو" سرائیکی زبان کا انداز بیان اور پیرائیہ اظہار ہے جس کے استعمال سے انہوں نے کسی تکلف سے کام نہیں لیا۔ اس زمانے میں تو شاید اسے خلاف محاورہ سمجھ کر التفات سمجھا گیاہو گا لیکن اب یہی بات اردو کی وسعت و ترقی کے لیے ضروری سمجھی جانے لگی ہے۔(10)

آپ ہی بہاول پور کے پہلے صاحب دیوان شاعر تھے۔ بلاشبہ آپ کے دیوان میں تخیل کی بلندی، تشبیہ کی ندرت، الفاظ کی بندش، ترکیب شعری کے لوازم اور سوز و ساز کی معنویت کی کمی محسوس نہ ہو گی۔ اس لیے کہ اردو اشعار اسی قدیم ماحول کے عکاس ہیں اور ان اشعار کی معنویت اور دل آویزی سے لطف اندوز ہونے کے لیے اسی ماحول کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے مثلاً شاعر لکھتے ہیں:

یاد آتی ہے جب تری گفتار
سر ہے یا سنگ یا درو دیوار

شعر میں تغزل بھی ہے اور بیان کی شگفتگی بھی سادگی و پرکاری کے اعتبار سے بھی کچھ کمی نہیں۔ مثلاً گفتار کی یاد سے سنگ اور درودیوار کو وابستہ کرنا عالم اضطراب کی شدت اور سنگینی بیان کرنے کے لیے کافی ہے مگر غالب نے "سنگ اٹھایا تھا کہ سر یاد آیا" کہہ کر جن اندیشہ ہائے دور دراز کی تعبیر و تذکرہ سے قاری کو متوجہ کیا ہے وہ آپ کے شعر میں مفقود ہے(11) مگر اس فقدان سے شعر کی رعنائی اور جاذبیت میں کوئی کمی محسوس نہیں ہوتی۔

بزم اغیار میں گئے شاید
آج دلبر جو میرا گھر ہی نہیں
ہیں داغ دل میں جگر میں ہزار سوراخ
دیار عشق سے حاصل ہوا یہ مجھ کو خراج

کلام سید کی نکتہ سنجیاں، کرشمہ سازیاں، حیرت طرازیاں اور تغزل آفرینیاں ایک الگ اور مستقل موضوع ہیں جس پر بہت کچھ لکھا جانا باقی ہے۔ ان کی لفظیات، ان کی صوتیات اور لہجے کے تیکھے پن کے حوالے سے بہت سے پہلوؤں پر گفتگو ہو سکتی ہے۔ اگرچہ ان سے پہلو تہی یا ان کو نظر انداز کرنے کی بہت سی کوششیں ہوئی ہیں۔ مختصر یہ کہ آپ غزل کے شاعر ہیں اور غزل کے فنی لوازمات کا گہرا شعور رکھتے ہیں۔ مخدوم شمس الدین گیلانی کا کلام شعر و غزل کی دنیا میں زیادہ جانا پہچانا نہیں تھا اس لیے وہ ادبی تواریخ کا حصہ نہ بن سکے۔ یوں مضافات کا رہنے والا شاعر ایک زمانے تک نظروں سے اوجھل رہا۔

حوالہ جات و حواشی

1.سید نذیر علی شاہ، "ارمغان اوچ"، (بہاول پور: سرائیکی مجلس، 1966ء)، ص 12۔
2.مولانا محمد ادریس اوچوی، بیاض در احوال حضرت گیلانیہ اوچ متبرکہ (قلمی) ورق 15۔
3.حیات میر ٹھی "بہاول پور کا شعری ادب"، (بہاول پور: اردو اکیڈمی 1971ء)، ص 71۔
4.شریف احمد شرافت نوشاہی، سید "شریف التواریخ" جلد اول، (گجرات: ادارہ معارف نوشاہیہ، 1937ء)، ص 844۔
5.سید مسعود حسن شہاب "بہاول پور میں اردو ادب" (بہاول پور: اردو اکیڈمی، 1983ء)، ص، 184۔
6.بر گیڈیئر نذیر علی شاہ، سید، "ارمغان اوچ" مرتبہ (بہاول پور: سرائیکی ادبی مجلس، 1966ء)، ص، 28۔
7.نواز کاوش، ڈاکٹر، "بہاول پور کا ادب" ص 52۔
8.بر گیڈیئر نذیر علی شاہ، سید "ارمغان اوچ" ص 15۔
9.رسالہ "صادق الاخبار" 4 ستمبر 1884ء۔
10.سید مسعود حسن شہاب، "بہاول پور میں اردو" ص 84-184
11.بر گیڈیئر نذیر علی شاہ، سید "ارمغان اوچ" ص 28۔

ماخذات:

اوچوی، مولانا محمد ادریس، بیاض در احوال حضرت گیلانیہ اوچ متبرکہ (قلمی نسخہ) ورق 15۔
حیات میر ٹھی "بہاول پور کا شعری ادب"، بہاول پور: اردو اکیڈمی 1971ء
شریف احمد شرافت نوشاہی، سید "شریف التواریخ" جلد اول، گجرات: ادارہ معارف نوشاہیہ، 1937ء
شہاب، سید مسعود حسن "بہاول پور میں اردو ادب" بہاول پور: اردو اکیڈمی، 1983ء
نذیر علی شاہ، بر گیڈیئر، سید، "ارمغان اوچ" مرتبہ؛ بہاول پور: سرائیکی ادبی مجلس، 1966ء
نذیر علی شاہ، سید، "ارمغان اوچ"، بہاول پور: سرائیکی مجلس، 1966ء

اخبارات و رسائل

صادق الاخبار، 4 ستمبر 1884ء۔

References:

1.Syed Nazir Ali Shah, "Armugharn Ouch", (Bahawalpur: Saraiki Majlis, 1966), p. 12.

2.Maulana Muhammad Idris Ouchvi, Beyaz dar Ahwal Hazrat Geelaniyyah Ouch Matbarakah (Qalmi) sheet 15.

3.Hayat Mirthi "Bahawalpur Ka Shairi Adab", (Bahawalpur: Urdu Academy 1971), p.71.

4.Syed Sharif Ahmed Sharaft Nowshahi, "Sharif al-Tawarikh" Volume I, (Gujarat: Institute of Maarif Nowshahi, 1937), p. 844.

5.Syed Masood Hasan Shahab "Bahawalpur Main Urdu Adab" (Bahawalpur: Urdu Academy, 1983), p. 184.

6.Syed Brigadier Nazir Ali Shah, "Armughan Och" (Bahawalpur: Saraiki Adabi Majlis, 1966), p. 28.

7.Dr. Nawaz Kawish, "Bahawalpur Ka Adab" p. 52.

8.Brigadier Nazir Ali Shah, Syed "Armughan Och" p. 15.

9.Magazine "Sadiq-ul-Akhbar" 4 September 1884.

10.Syed Masood Hassan Shahab, "Bahawalpur Mian Urdu" p. 84-184

11.Brigadier Nazir Ali Shah, Syed "Armughan Och" p. 28.